۲۳؍ اپریل ۱۹۰۰ء

خطبہ جمعہ

وَ الْعَصْرِ۔ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ۔ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ تَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَ تَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ (العصر:۲تا۴) کی تلاوت کے بعد آپ نے فرمایا:۔

قرآن کریم سے بڑھ کر دنیا کے لئے کوئی نور' شفا' رحمت' فضل اور ہدایت نہیں ہے اور قرآن کریم سے بڑھ کر کوئی مجموعہ سچی باتوں کا نہیں ہے۔ یہ سچ اور بالکل سچ ہے۔ اَصْدَقُ الْحَدِیْثِ کِتَابُ اللّٰہِ۔ اس قرآن کی ایک مختصر سی سورۃ مَیں اس جمعہ میں سنانے کو کھڑا ہوا ہوں۔ ذرا سی سورۃ ہے' ایک سطر میں تمام ہو گئی ہے۔ لیکن اگر اسی ذرا سی سورۃ کو انسان اپنا دستور العمل بنا لے تو کوئی چیز اس سے باہر نہیں رہ جاتی۔ اس سورۃ کو مولیٰ کریم نے عصر کے لفظ سے شروع فرمایا ہے۔ انسان کے واسطے دن معاش کا ذریعہ اور رات آرام کا وقت بنایا ہے اور فرمایا وَ جَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا۔ (النبا:۱۲) سرور عالم فخر بنی آدم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی بَارَكَ اللّٰهُ فِیْ بُكُوْرِهَا (ترمذی کتاب البیوع) فرمایا۔ کس قسم کا معاش؟ دنیوی معاش' اخروی معاش کے لئے یہ جگہ ہے۔ اَلدُّنْیَا مَزْرَعَةُ الْاٰخِرَةِ۔ جیسا بیج بوو گے' انجام کار

ویسا پھل پاؤ گے۔ کون اس بات کو نہیں جانتا کہ جو کے بونے والے کو آخر جو کاٹنے پڑیں گے۔ اس دن میں آخری حصہ کا نام عصر ہوتا ہے۔ عصر کے بعد کوئی وقت فرضی نماز کے ذریعہ رضاالٰہی کے حصول کے لئے باقی نہیں رہتا۔ دن کی نمازوں کی انتہا عصر کی نماز ہے۔ جو عصر کی نماز ترک کرتا ہے اسے اب دن نہیں ملتا۔ اسی طرح جس کو عصر کے وقت تک مزدوری نہیں ملی اب اس کا دن ضائع گیا اور اسے مزدوری نہیں مل سکتی۔

اسی طرح پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ عصر کا زمانہ ہے۔ ایک حدیث میں تصریح آتی ہے کہ بعض قومیں صبح سے دوپہر تک مزدور بنائے گئے ہیں اور بعض دوپہر سے عصر تک مزدور بنائے گئے اور ایک قوم عصر سے غروب آفتاب تک ٹھیکہ دار ہے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کا زمانہ عصر سے مناسبت رکھتا ہے۔ جیسے قرآن کریم کے بعد اور کوئی کتاب نہیں اور شرائع الٰہیہ کے بعد اور شرع نہیں۔ عصر کے بعد کسی نماز کا وقت نہیں۔ پس اس عصر کی نماز کے لئے بہت تاکیدیں فرمائی ہیں۔ جو عصر کی نماز چھوڑتا ہے اس کا اہل و مال کاٹا گیا۔ اسی نماز کے لئے فرمایا کہ یہ نماز منافق کی تمیز کا نشان ہے جو سورج کے غروب کے وقت چار ایک چونچیں سی لگا دیتا ہے۔ امت محمدیہ میں آنے والے لوگوں کے لئے بھی عصر کا نمونہ ہے۔ ہم کھلے طور پر مدلل مبرہن دکھا سکتے ہیں۔ حجت ملزمہ کی طرح یقین دلانے کو تیار ہیں اگر فطرت سلیم ہو۔ یہ حقیقی وقت ہے کہ کوئی کاسر صلیب مامور ہونے والا ہو۔ پس یہ عصر کا وقت ہے اس کو غنیمت جانو۔ جب سایہ زرد ہوتا ہے اور آفتاب غروب ہونے کو ہوتا ہے' مفید وقت جاتا رہتا ہے۔ اسی وقت منافق کی نماز کا وقت ہوتا ہے۔ ایسا ہی جو قوم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مشرف بہ اسلام نہ ہوئی وہ آخر خلفاء کے زمانہ میں مسلمان تو ہوئے مگر وہ غیرت اور شوکت ان کی نہ رہی۔ رعب کے نیچے آکر' کثرت کو دیکھ کر بہت سے لوگ ایک جماعت میں شامل ہو سکتے ہیں مگر ابتلا کے وقت مخلص ہی شامل ہوتے ہیں۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کاہن' ساحر' مفتری' مجنون کہا جاتا تھا اس وقت جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آکر ملے اور آپ کی دعوت کو قبول کیا ان کے ساتھ پیچھے آنے والے کب مل سکتے ہیں۔ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر احد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کرو تو بھی سابقین کے ایک مٹھی جو کے برابر قدر نہیں ہو سکتی۔ یہی وہ سر عظیم تھا جس کو پہنچ کر صحابہ نے ابو بکر صدیق کو حضور علیہ السلام کا جانشین بنایا۔ غار ثور میں جب آپ تشریف رکھتے تھے اس تیرہ و تار غار میں ساتھ جانے والا جو کچھ لے گیا ہے وہ دوسروں کو نصیب نہیں ہے۔ غرض عصر کے وقت کو غنیمت سمجھو۔

اس عصر کے وقت میں کیا کر سکتے ہو؟ چار کاموں کے لئے ارشاد فرمایا۔ وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ساری مخلوق گھاٹے میں ہے۔ انسان گویا برف کا تاجر ہے۔ برف پر ایک وقت آئے گا کہ ساری پگھل جائے گی اس لئے برف کے تاجر کو لازم ہے کہ بہت ہی احتیاط کرے۔ انسان بھی اگر غور کرے تو عمر کے لحاظ سے اس کو برف کا کارخانہ ملا ہے۔ ایک بچہ کی ماں اپنے بیٹے کو چار برس کا دیکھ کر خوش ہو رہی ہے لیکن حقیقت میں اس کی عمر میں سے چار برس کم ہو چکے ہیں۔ پس اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عمر دم بدم گزرتی اور برف کی طرح پگھلتی جاتی ہے اور اس وقت کا علم نہیں جب یہ تمام ہو۔ اس لئے انسان کو لازم ہے کہ اپنے وقت کی قدر کرے اور عمر کو غنیمت سمجھے اور اس تھوڑے سے دنوں میں جو اس کو مل گئے ہیں مولا کریم سے ایسا معاملہ کرے کہ ان کے گزرنے پر اس کو عظیم الشان آرام گاہ حاصل ہو۔ بڑے بدبخت ہیں وہ جو اپنے بیوی بچے کے آرام کے لئے دین برباد کرتے ہیں۔ یاد رکھیں کہ مال، اسباب، عزیزوں، رشتہ داروں سے برخوردار ہونا اور فائدہ اٹھانا محض مولیٰ کریم کے فضل پر منحصر ہے۔

اس سورۃ شریفہ میں فرمایا کہ سب انسان گھاٹے میں پڑ رہے ہیں مگر ایک قوم نہیں۔ وہ کون؟ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ۔ چار باتوں کو دستور العمل بنا لے تو اس عصر کے وقت سارے دن کی مزدوریوں سے زیادہ مزدوری مل جاوے۔ حدیث میں لکھا ہے کہ صبح سے شام تک مزدور کے لئے ایک دینار ہے۔ پس صبح والے مزدوروں نے دوپہر تک کام کیا اور چھوڑ بیٹھے، پھر اور مزدوروں نے دوپہر سے عصر تک کام کیا اور پھر کام کو ترک کر دیا۔ مگر تیسری اور جماعت مزدوروں کی آئی جنہوں نے عصر سے کام کو شروع کیا آخر دن تک، تو ان کے لئے دو دینار مزدوری ملی۔ مگر قرآن شریف سے یہ ملتا ہے کہ جب ایک مومن عمل کرتا ہے تو اس کو دس گنا بڑھ کر اجر ملتا ہے۔ غرض وہ چار باتیں کیا ہیں جن کا اس سورۃ میں ذکر ہے؟

ان میں اول اور مقدم ایمان ہے۔ یہ عظیم الشان چیز ہے۔ بدوں اس کے کوئی عمل مقبول ہی نہیں ہوتا۔ ہر ایک عمل میں ضروری ہے کہ ایمان، اخلاص اور صواب ہو۔ یہ پتہ لگانا کہ کس درجہ کا مومن ہے، آسان نہیں۔ ایک دراز تجربہ کے بعد معلوم ہو سکتا ہے۔ شادی غمی کا موقع آتا ہے۔ ایک طرف اللہ تعالیٰ کی حکومت ہے اور دوسری طرف برادری کا قانون اور قومی محرکات۔ اب اگر اللہ تعالیٰ کی حکومت سے نہیں نکلتا اور قومی اور برادری کے اصولوں کی پروا نہیں کرتا تو بیشک مخلص مومن ہے۔ ایک طرف نفس کا فیصلہ ہو، دوسری طرف قوم کا فیصلہ اور تیسری طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا

فیصلہ۔ اب اگر اپنے اور قوم کے فیصلہ کی کچھ پروا نہ کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ کے نیچے گردن رکھ دیتا ہے تو یقیناً مومن ہے۔

میں دیکھتا ہوں شادیاں ہوتی ہیں تو بڑی قوم کی تلاش ہوتی ہے۔ تقویٰ کی تلاش نہیں کی جاتی۔ بدمعاش' آوارہ مزاج' شریر ہو' کچھ پرواہ نہیں مگر ہڈی پسلی اور خون کسی بڑی قوم کا ہو۔ افسوس! صد افسوس!! پھر شادی کی دعوتوں میں مسکینوں کو دھکے دے کر باہر نکالا جاتا ہے لیکن شریر النفس اور بے حیا لوگوں کو بلا بلا کر بٹھایا جاتا ہے۔ جن لوگوں کے اموال کا تلف کرنا غضب الٰہی کا موجب ہے نہایت بیباکی اور شوخی کے ساتھ اس کو تباہ کیا جاتا ہے۔ دوسروں کا مال ناجائز طور پر کھانے میں بیباک ہیں۔ مسلمانوں کے گھر میں پیدا ہو کر احکام الٰہی کو سنتے ہیں۔ مگر اپنی جماعت یا سوسائٹی کے کسی معمول پر عمل کے خلاف دیکھ کر اس کے لینے میں مضائقہ کرتے ہیں۔ میرا تو یقین ہے کہ یہ لوگ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کے زمانہ میں بھی ہوتے تو آپ کی باتوں کے ماننے میں اسی طرح مضائقہ کرتے جیسا آج امام کی اتباع سے مضائقہ کرتے ہیں۔

غرض ایمان موقوف ہے خدا کی ذات میں' اسماء میں' یاد میں۔ عظمت و جبروت میں دوسرے کو شریک نہ کرے خواہ فرشتہ ہو یا رسول ہو' نبی ہو یا ولی ہو۔ کیسا افسوس آتا ہے کہ موحد لوگ توحید کا اقرار کر کے پھر مسیح کو خَالِق کَخَلْقِ اللّٰهِ اور مُحْیِی کَاِحْیَآءِ اللّٰهِ مانتے ہیں! کیا یہی توحید ہے۔ اور یہ کہنا کہ خدا کے اذن سے کرتے تھے ایک دھوکا ہے۔ اگر کوئی کام اذن الٰہی سے بھی کیا جاوے تو کیا وہ خدا کی طرح کا کام ہو جاتا اور کرنے والے کو خدا کا شریک بنا دیتا ہے ...... خَالِقُ کُلِّ شَیْءٍ اللہ تعالیٰ کی ہی ذات ہے۔ ایک شخص امام علیہ السلام کے پاس آیا۔ جب اس سے پوچھا گیا کہ مسیح اور خدا تعالیٰ کی چمگادڑوں میں کچھ فرق بھی ہے تو اس نے کہا کہ رل مل گئے ہیں۔ ایمان کی پہلی شرط ہے ایمان باللہ کہ کسی حمد' فعل' عبادت' حسن و احسان الٰہی میں کسی غیر کو شریک نہ کرے۔ مجھے ان لوگوں پر تعجب آیا کرتا ہے جو اپنی محرومیت کے باعث خدا تعالیٰ سے ہمکلام ہونے سے محروم ہیں۔ کہا کرتے ہیں کہ الٰہی محبت نہیں ہے وہ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ (التغابن:١٣) کے کیا معنے کرتے ہیں؟ قرآن کریم تو ہمیں اپنے رسول کریم صلی اللہ علیہ و سلم ہی کے ذریعہ پہنچا ہے۔ اَطِیْعُوا اللّٰهَ کا موقع ہی کب ملتا ہے۔ رسول کے ذریعہ ماننا اس کے بھی بعد ہے۔ خدا تعالیٰ کی قدر کرو ایسا نہ ہو کہ مَا قَدَرُوا اللّٰهَ (الانعام:٩٢) کے نیچے آجاؤ۔ پس جبکہ اللہ تعالیٰ کلام کرتا ہے اور ہمیشہ کرتا رہا پھر کیا وجہ ہے کہ وہ آج چپ ہو گیا؟ مجھے اس آیت پر کہ موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں جب قوم نے بچھڑے کو خدا بنایا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ دلیل

دی ہے کہ اَلَّا یَرۡجِعُ اِلَیۡھِمۡ قَوۡلًا (طٰہٰ:۹۰) یعنی تم دیکھتے ہو کہ تمہاری بات کا جواب نہیں دیتا' یہ تفہیم ہوئی کہ جو خدا جواب نہ دے وہ بچھڑے کا سا خدا ہوا۔ ہاں یہ بھی سچ ہے کہ سارے جگ سے بات کرنا کبھی نہیں ہوا۔ انسان اپنے اندر وہ خوبیاں اور خواص پیدا کرے جو کلام الٰہی کے لئے ضروری ہیں پھر جواب ملے گا۔

دوسری شرط ایمان کی اخلاص ہے یعنی خدا ہی کے لئے ہو۔ اور تیسری شرط صواب ہے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے موافق عملدرآمد ہو۔ کوئی عمل قبولیت کا درجہ حاصل نہیں کرتا جب تک اخلاص اور صواب سے نہ ہو۔

پھر ایمان بالملائکہ ہے۔ ایمان بالملائکہ ایسی چیز ہے جس کی طرف سے تساہل کرکے نیکی سے محروم رہ جاتے ہیں۔ آج کل کے لوگ سمجھتے ہیں اور یقین کرتے ہیں کہ بدوں سبب کے فعل سرزد نہیں ہوتا۔ پس بیٹھے بیٹھے جو انسان کو دفعتاً نیکی کا خیال آتا ہے اس کی کیا وجہ ہے؟ ایک لمۃ الملک انسان کے ساتھ ہے۔ اس کے ذریعہ نیک خیال پیدا ہوتے ہیں اور شیطانی تعلقات سے برے خیالات اٹھتے ہیں۔ پس انسان کو لازم ہے کہ ہر نیکی کی تحریک پر فی الفور نیکی کرے۔ ایسا نہ ہو یَحُوۡلُ بَیۡنَ الۡمَرۡءِ وَ قَلۡبِہٖ (الانفال:۲۵) کا مصداق ہو جاوے۔ ایمان بالملائکہ کا یہی فائدہ ہے کہ نیکی سے تغافل نہ کرے۔ پھر اللہ کی کتابوں' اس کے رسولوں پر ایمان لائے۔

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے۔ اس کو دستور العمل بناؤ۔ افسوس ہے کہ مسلمان اس کو کتاب اللہ جان کر بھی دستور العمل بنانے میں مضائقہ کرتے ہیں اور اَلسُّنَّۃُ قَاضِیَۃٌ عَلٰی کِتَابِ اللّٰہِ کا فتویٰ دیتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی قرآن کریم کو کس ادب اور عظمت کی نگاہ سے دیکھا ہے۔ ساری حدیث کی کتابیں دیکھو۔ جن مسائل پر قرآن کریم نے مفصل بحث فرمائی ہے اور ان کے دلائل دیئے مثلاً ہستی باری تعالیٰ' ضرورت نبوت' مسئلہ تقدیر وغیرہ' ان پر احادیث میں بحث نہیں کی گئی۔ پھر تقدیر کے مسئلہ پر ایمان لاوے کہ یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ فاسق کو کوئی عمدہ نتیجہ ملے۔ پھر جزاء وسزا پر ایمان لاوے۔ اس کے بعد دوسری بات عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ہے۔ اس کا عام اصول ہے کہ ہر سنوار کا کام کرے اور اس کے معلوم کرنے کے واسطے قرآن کریم' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عملدرآمد معیار ہے۔ پھر انسان سوچ لے کہ امت محمدیہ کو کُنۡتُمۡ خَیۡرَ اُمَّۃٍ (ال عمران:۱۱۱) قرار دیا ہے۔ پس جس سے آٹھ پہر میں کوئی بھلائی بھی نہ ہو وہ اپنی حالت پر غور کرے۔ ایسی ہی وصیت الحق ضروری ہے۔ گونگا شیطان بننا اچھا نہیں۔ مقابلہ میں مشکلات پیش آتی ہیں۔ پھر کوشش کرے اور صبر و استقلال سے کام

لے۔ یہ ہیں چار دستور العمل جو اس مختصر سی سورت میں بیان ہوئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو توفیق دے کہ قرآن ہمارا دستور العمل ہو' محمد صلی اللہ علیہ وسلم مطاع ہو اور یہ زمانہ جو دین اور ایمان کے لئے ہے ہم اس کی قدر کریں۔ آمین۔

(الحکم جلد ۴ نمبر ۲۹۔ ۱۶/ اگست ۱۹۰۰ء صفحہ ۴ تا ۷)

☆-☆-☆-☆